اسلام آباد: ۲۴ جون ۱۹۹۸ء

محترم المقام جناب ڈاکٹر رشید احمد جالندھری صاحب

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ! امید ہے جناب کے مزاج بخیر ہونگے۔
المعارف کے تازہ شمارے میں مولانا محمد طاسین صاحب کی کتاب "اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات، قرآن و سنت کی روشنی میں" پر آپ کا تبصرہ نظر سے گزرا۔ حقیقت یہ ہے کہ پچھلی دہائی میں مولانا طاسین اور ڈاکٹر ضیاء الحق صاحب دونوں حضرات نے اسلام کی اقتصادی تعلیمات پر بہت وقیع اور بنیادی اہمیت کا کام پیش کیا ہے۔ یہ وقت کی ستم ظریفی ہے کہ اقتصادی امور پر بہت وسیع اور گہری نظر کی جو عالمانہ روایت اٹھارویں صدی میں شاہ ولی اللہ کے ہاں پائی جاتی تھی اور جسے مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی اور مولانا سید حسین احمد مدنی نے جاری رکھا وہ پاکستان کے قیام کے بعد محدود ہوتی چلی گئی۔ بد قسمتی سے پاکستان میں چونکہ زمینداری اور جاگیرداری کا دور دورہ تھا اس لیے اقتصاد اسلامی میں وسعت نظر دائیں بائیں کی تقسیم کا شکار ہو کر رہ گئی۔ ملکیت زمین کے جواز فراہم کرنے اور سرمایہ پرست نظام کی حکایت کرنے والے منظور نظر ٹھہرے اور زمینداری اور جاگیرداری پر تنقید کرنے والے سوشلسٹ اور دار و رسن کے حقدار۔ ہم مولانا طاسین اور ڈاکٹر ضیاء الحق جیسے علما کے ممنون ہیں کہ اس نامساعد فضا میں بھی انہوں نے کلمہ حق کا علم بلند رکھا۔

مولانا طاسین کی کتاب کی یہ خوبی ہے کہ انہوں نے علم اقتصاد کے ادق مباحث کو بہت عام فہم انداز میں بیان کیا ہے۔ اس سے عام قاری بھی استفادہ کر سکتا ہے اور ماہر اقتصادیات بھی۔ علم اقتصاد کے جو اصول اس کتاب میں بیان ہوئے ہیں وہ اسلامی فلاحی معاشرے کے بنیادی اصول ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ اصول اساسی ہیں تو سب علماء کا ان پر اتفاق کیوں نہیں؟

علمائے اسلام کے درمیان اسلام کی معاشی تعلیمات کے بارے میں اختلاف کیوں پایا جاتا ہے۔ مولانا نے اس سوال کا بہت تفصیل سے جواب دیا ہے جو میرے نزدیک اس کتاب کا ماحصل ہے۔ محققین اور طلبائے اقتصاد کے لیے لمحہ فکریہ بھی۔ مولانا کا کہنا ہے کہ اسلام کی اقتصادی تعلیمات تین قسم کی ہیں :۔ ایک مستقل اور قانونی جو واجب کی حیثیت رکھتی ہیں' دوسری عبوری اور تیسری اخلاقی اور احسانی۔ ان میں سے پہلی قسم ہمیشہ واجب العمل رہتی ہے جبکہ دوسری قسم میں حالات و زمانہ کی رعایت ضروری ہے' بعض اوقات ممانعت کے باوجود ان کی اجازت ناگزیر ہو جاتی ہے لیکن حالات بدلنے کے ساتھ اصل حکم کی طرف لوٹنا ضروری ہوتا ہے' کبھی اجازت کے ہوتے ہوئے بھی ان کے نفاذ میں تدریج کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً مزارعت کی مکمل ممانعت کا نفاذ تدریج سے ہوا۔ پہلے اس کی بعض ایسی شکلیں ممنوع قرار دی گئیں جو زیادہ ظالمانہ تھیں۔ باقی شکلوں کی اجازت عبوری تھی۔ اسے مستقل قانونی اجازت کا درجہ دینا اس وجہ سے ہے کہ عام طور پر ان تین قسموں میں فرق نہیں رکھا جاتا اور یہی اختلاف کی بڑی وجہ ہے۔

آپ نے اپنے تبصرے میں زکوٰۃ کی شرح کے بارے میں کچھ سوالات اٹھائے ہیں' وہ یقیناً قابل توجہ ہیں لیکن غالباً اس سلسلے میں مولانا کا اساسی نقطہ آپ کے سامنے نہیں رہا۔ اول تو مولانا کے ہاں زکوٰۃ قرن اول کے مفہوم میں ہے یعنی اس سے مراد صرف سونا چاندی پر واجبات نہیں بلکہ اس میں زرعی پیداوار اور جانور وغیرہ سبھی شامل ہیں اور ان مختلف اموال پر شرح زکوٰۃ بھی مختلف ہے' مثلاً زرعی پیداوار پر دس فیصد اور دفینے پر بیس فیصد۔ دوسرے سونے چاندی پر زکوٰۃ شرح اگرچہ وہی رہتی ہے لیکن سونے چاندی میں قیمت کی کمی بیشی سے زکوٰۃ کی رقم بھی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔۔ البتہ آپ نے آج کی غربت کے حوالے سے جو بات کی ہے وہ واقعتاً" غور طلب ہے۔ تاہم مولانا کے نزدیک اس کے لیے شرح زکوٰۃ میں تبدیلی کی بجائے نئے ٹیکس لگائے جاسکتے

ہیں۔ مولانا کے ہاں اس کی حیثیت عبوری قسم کی تعلیمات سے ہے جو معاشرے میں ظلم اور تفاوت بڑھ جانے یا شدید ضرورت کے وقت واجب العمل ہو جاتی ہیں۔ مولانا نے اس کی مثال صحیح بخاری میں کتاب الشرکہ میں مذکور ایک مرفوع حدیث سے دی ہے۔ ایک غزوہ میں جب خوراک کم پڑ گئی تو نبی اکرم ﷺ نے سب سے سامان خوراک لے کر سب میں برابر تقسیم کر دیا۔

آپ نے ایک بہت ہی اہم کتاب کی طرف توجہ دلائی ہے۔ امید ہے المعارف کے قارئین کی وساطت سے یہ کتاب پاکستان کے اہل دل اور درد مند لوگوں تک پہنچے گی۔

والسلام

نیاز مند

محمد خالد مسعود

ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد